تلخیص و ترجمہ

کابل میں دو صحابہؓ کی قبریں

حضرت تمیم و جبیرؓ

کابل کے مجلہ آریانا میں گویا صاحب اعتمادی نے عنوان بالا پر ایک مفید مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔

ہم ذیل میں اس کا تلخیص و ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

• کابل کی جنوبی سمت کوہ باصفا اور ارغوان زار کے دامن میں بمقام شہدائے صالحین دو لا نبی قبریں ہیں جو ایک مدت سے حضرت جابر انصار کے نام سے زبان زد عام و خاص ہیں۔ اس مزار کی عمارت ۱۲۳۷ھ میں اللہ وردی خاں نے تعمیر کرائی تھی۔ اس عمارت کے دروازہ کے اوپر جو پتھر نصب ہے، اس میں حضرت جابر انصار کا تذکرہ ہے۔ حضرت تمیم کا ذکر نہیں ہے۔ اس کتبہ پر اشعار ذیل کندہ ہیں۔

بارگاہے کہ در برش ز وقار ۔۔۔ چرخ چوں خرد لیست بے مقدار
عرش اگر گویمش سزد کہ درو ۔۔۔ ہست آسودہ در وجابر انصار
از کواکب طبق طبق آرد ۔۔۔ بجنابش فلک برائے نثار
خاک ایں درز تو تیا خوشتر ۔۔۔ ہست در دیدۂ اولوالابصار
کردہ اللہ وردی خانش بنا ۔۔۔ مزد یابد ز حیدر کرار
گر بجوئے امید تاریخش ۔۔۔ گرد ازیں آستاں زدیدہ برآر
۱۲۳۷

اس کتبہ کے علاوہ مجلہ کابل کی جلد اول نمبر ۳ میں حافظ نور محمد خاں نے " نظریے در تاریخ کابل " کے عنوان سے جو ایک محققانہ مقالہ سپرد قلم کیا تھا۔ اس میں بھی موصوف نے ان قبروں کا تذکرہ کیا ہے

اعلیٰ حضرت نادر شاہ خاں شہید سعید نے ان دونوں قبروں پر عمارت بنوا دی ہے جس سے یہ اور زیادہ نمایاں ہوگئی ہیں۔ لیکن تاریخ کا طالب علم اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتا جب تک تاریخی دلائل کی روشنی میں یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ قبریں واقعی صحابہ کی ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے جب ہم جستجو کرتے ہیں تو حضرت تمیم کی قبر کا ثبوت تو یقینی طور پر مل جاتا ہے البتہ حضرت جبیر کا مزار مشکوک رہتا ہے۔

حضرت تمیم کی نسبت علامہ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی متولد ۲۲۴ھ و متوفی ۳۱۰ھ ہجری کتاب الکنیٰ والاسماء میں لکھتے ہیں" ابو رفاعہ عدوی؛ محمد بن عبداللہ بن یزید مقری نے ایک حدیث کو ہمارے لئے اپنے پدر بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ ان کے باپ نے سلیمان بن مغیرہ سے اور انھوں نے حمید بن ہلال سے اور انھوں نے ابو رفاعہ عدوی سے روایت کی ہے کہ میں (ابو رفاعہ عدوی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جبکہ آپ خطبہ پڑھنے میں مشغول تھے۔ میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی "اے رسول اللہؐ! ایک مسافر دین کے معلومات حاصل کرنے آیا ہے۔ کیونکہ اس کو دین کی کوئی بات معلوم نہیں ہے"؛ آنحضرتؐ نے یہ سُنکر میری طرف توجہ فرمائی اور ایک کرسی لائے میں نے خیال کیا کہ کرسی کے پائے لوہے کے ہیں (حمید بن ہلال کا بیان ہے کہ اس کرسی کے پائے دراصل سیاہ لکڑی کے تھے۔ لیکن ابو رفاعہ نے ان کو لوہے کا سمجھ لیا) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور خدا نے جو کچھ آپ کو بتایا تھا آپ نے مجھکو اس کی تعلیم دی۔ اس کے بعد آپ نے خطبہ پڑھنا شروع کر دیا اور اسے اختتام تک پہنچایا؛ میں نے عباس بن محمد سے اور انھوں نے حضرت یحیٰی بن معین سے سنا تھا کہ ابو رفاعہ عدوی کا نام تمیم بن اسد ہے۔"[۱]

دولابی کے بعد حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ معروف بابن عبدالبر نمری قرطبی متوفی ۴۶۳ھ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں تحریر فرماتے ہیں" ابو رفاعہ العدوی بنی عدی بن عبد مناۃ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابو عمر

[۱] کتاب الکنیٰ والاسماء ج ۱ ص ۲۹ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔

فرماتے ہیں کہ ابورفاعہ فضلاء صحابہ میں سے تھے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے بعض لوگ تمیم بن اسید بتلاتے ہیں اور بعض ابن اسد کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن الحارث تھا۔ ان کو اہلِ بصرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ۴۴ھ میں کابل میں شہید ہوئے۔ ان سے متعدد اشخاص نے روایت کی ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں تمیم بن اسید بالفتح ہے اور دوسروں کا بیان ہے کہ بالضم ہے واللہ اعلم۔ [۱]

صاحب استیعاب کے بعد ابوسعادات مبارک بن محمد بن عبدالکریم جزری المعروف بابن اثیر جزری المتوفی ۶۰۶ھ کی شہادت سنئے۔ موصوف بھی جامع الاصول[۲] للاحادیث الرسول میں تمیم بن اسد کی نسبت یہی لکھتے ہیں کہ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ اختلاف نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان کا افضل صحابہ

۱ـ نسخہ قلمی جو ماہ رمضان ۸۵۸ھ میں محمود بن عجم شاہ بن محمود شاہ بن اصیل کرمانی کے قلم سے کرمان میں لکھا گیا۔

۲ـ یہ کتاب تین مباحث پر مشتمل ہے۔ پہلا مبحث مبادی میں، دوسرا مقاصد میں اور تیسرا خواتیم میں۔ پہلے مبحث میں ایک مقدمہ اور چار فصول ہیں۔ پہلی فصل میں علم حدیث کی اشاعت اور اس کی جمع و تالیف کے اسباب سے بحث کی گئی ہے۔ دوسری فصل میں علمِ حدیث کی تصنیف سے متعلق اغراض و مقاصد کے اختلاف سے بحث کی گئی ہے۔ تیسری فصل میں متاخرین کی اقتدائے متقدمین کا تذکرہ ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ متاخرین نے کن وجوہ سے متقدمین کی کتابوں کا اختصار کیا ہے۔ چوتھی فصل میں اس کتاب کی تدوین و تالیف کی غرض و غایت کا بیان ہے۔

اس کتاب کی مختصرات بھی کی گئی ہیں۔ مثلاً مختصر ابوجعفر محمد مروزی۔ اس کتاب کو مؤلف نے ۶۹ سال کی عمر میں ماہ ذی القعدہ ۵۸۲ھ اتمام کو پہنچایا۔ دوسرا مختصر شرف الدین ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم الحموی الشافعی المتوفی ۷۳۸ھ کا ہے۔

ابن اثیر نے بھی اس کتاب جامع الاصول کا عمیق مطالعہ کرکے ایک مفید و اہم کتاب مرتب کی تھی ان مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ شیخ صلاح الدین خلیل بن کیلکندی متوفی ۷۶۱ھ شیخ عبدالرحمن بن علی المشہور بہ ابن الربیع شیبانی یمنی متوفی ۹۴۴ھ شیخ مجدالدین ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروزآبادی المتوفی ۸۱۷ھ اور محب الدین احمد بن عبداللہ طبری نے بھی اس کتاب جلیل کا مختلف ناموں سے اختصار کیا ہے۔ کشف الظنون باب الجیم ص ۶۰، ۵۹ و ۳۵۸ میں اس کا مفصل تذکرہ ہے۔ میں نے جامع الاصول کی عبارت اس مخطوطہ سے نقل کی ہے جو کابل میں عبدالرب خاں صاحب صدر شاہی عدالت عالیہ کی ملک اور نوادر روزگار میں سے ہے۔

میں شمار ہے۔ بصرہ میں جاکر آباد ہو گئے تھے۔ ان سے حمید بن ہلال۔ اور ہلال بن اسیم نے روایت کی ہے
۴۴ھ میں کابل میں شہید ہوئے۔

صاحب جامع الاصول کے بھائی عزالدین ابو الحسن علی الجزری متوفی ۶۳۰ھ نے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جزء اول میں حضرت تمیم کی نسبت لکھا ہے" ان کی کنیت ابو رفاعہ ہے نام میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین ان کا نام تمیم بن اسید بتاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام تمیم بن ایاس ہے۔ اور کسی نے ان کا نام ابن مندہ بتایا ہے۔ حمید بن ہلال ان سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ خطبہ دینے میں مشغول تھے۔ میں نے عرض کیا " میں ایک مسافر ہوں۔ دین کے متعلق آپ سے معلومات حاصل کرنی چاہتا ہوں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ چھوڑ کر میرے مقابل ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور تعلیماتِ الٰہی اور اوامر آسمانی کی مجھکو تلقین فرمائی۔ ابو عمر کہتے ہیں" دارقطنی نے خاص طور پر ابو رفاعہ کے نام کی نسبت کہا ہے کہ ان کا نام تمیم بن اسید ہے اور ایک دوسرے مقام پر یحیی بن معین ابن الصواف اور عبداللہ بن احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا نام تمیم بن نذیر ہے اور ابو عمر نے بھی ان کا نام ابن مندہ بتایا ہے۔ ابو نعیم نے ان کا ترجمہ لکھنے کے بعد ان کا نام تمیم بن اسید منضبط کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد بن سیرین اور حمید بن ہلال نے بھی تمیم سے روایت کی ہے۔ لیکن یہ دونوں حضرات ان کی کنیت مذکورہ بالا کنیتوں سے مختلف بتاتے ہیں یعنی تمیم بن اُسَید (اور جہاں کہیں اسید آیا ہے اسے بفتح الہمزہ وکسر سین پڑھنا چاہئے) پھر کہتے ہیں" ابو رفاعہ عدوی ہیں۔ بصرہ میں سکونت رکھتے تھے اور سجستان میں عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ وفات پائی۔[۱]

اسی طرح حافظ ابن حجر متولد ۷۷۳ھ ومتوفی ۸۵۲ھ اپنی مشہور تصنیف" اصابہ فی تمیز الصحابہ" میں[۲]

---

[۱] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۱۴ و ۲۱۵۔ [۲] اصابہ فی تمیز الصحابہ باب الکنی ج ۷ ص ۶۷۔

میں لکھتے ہیں" ابورفاعہ عدوی تمیم بن اسید" امام بخاریؒ نے بھی ان کا نام اسی طرح منضبط کیا ہے۔ اسید کو کچھ لوگ بفتح اول وکسر دوم اور بعض مصغر پڑھتے ہیں۔ تمیم کی حدیث جس کا ذکر اوپر آچکا ہے مسلم میں موجود ہے حاکم نے مصعب زبیری کی سند سے روایت کی ہے کہ ابورفاعہ عدوی کا نام عبداللہ بن حارث تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضِ صحبت حاصل کئے ہوئے تھے۔ عبدالرحمن بن سمرہ کے ساتھ ایک جنگ کے سلسلہ میں سجستان آئے اور ۴۴ھ میں کابل میں شہید ہوئے۔ خلیفہ کا بیان ہے کہ ابن عامر نے کابل کو ۴۴ھ میں فتح کیا تھا اور ابورفاعہ یہیں شہید کئے گئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب تہذیب التہذیب میں جو کچھ ابورفاعہ سے متعلق لکھا ہے وہ بھی قریب یہی ہے۔

اوپر محدثین کے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں اب اگر ان کے ساتھ مورخین کے بیانات کو پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں مطابقت ہے چنانچہ صاحب فتوح البلدان علامہ بلاذری اور ابن اثیر صاحب تاریخ الکامل کے بیان سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

ابن اثیر ج ۳ ص ۲۲۱ الکامل میں لکھتے ہیں۔

"۴۳ھ میں عبداللہ بن عامر نے جو لشکر کے قائد اعظم تھے، عبدالرحمن بن سمرہ کی زیر قیادت ایک لشکر سیستان کی جانب روانہ کیا تاکہ وہاں کے لوگوں نے جو نقضِ عہد کیا ہے ان کو اس کی قرار واقعی سزا دی جائے۔ اس لشکر میں عباد بن الحصین اور بعض اور اعیان بھی شریک تھے۔ اس لشکر نے سیستان پہنچتے ہی جنگ شروع کر دی اور سیستان فتح کر لیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن سمرہ ایک لشکر جرار کے ساتھ کابل کے لئے روانہ ہوئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل کابل نے اس محاصرہ کا بڑی سختی اور بہادری سے مقابلہ کیا اور کابل فتح نہ ہو سکا۔ آخر کار مسلمانوں نے منجنیق سے کام لیا اور اس کی اس قدر بھرمار کی کہ آخر کار کابل کے قلعہ کی دیوار بیٹھ گئی۔ دیوار کے گرنے کے بعد عباد بن الحصین تمام شب جنگ میں مصروف رہے۔ اب کابل والوں کے

پاؤں اکھڑ گئے اور وہ سپیدۂ صبح کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی پہلے بھاگ گئے اور اسلامی لشکر نے کابل پر قبضہ کر لیا۔"

مذکورہ بالا تقریر سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ ابو رفاعہ عدوی تمیم بن اسید ایک صحابی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انھوں نے تعلیماتِ الٰہی اور احکامِ دین کا درس لیا تھا اور یہ یقینی طور پر کابل تشریف لائے اور یہیں شہید ہو گئے۔ اور آپ کا مزار بے شبہ وہی ہے جس کی آج نشان دہی کی جاتی ہے۔

اب رہی دوسری قبر جو جابر انصار کے نام سے معروف ہے تو اس کی نسبت عرض یہ ہے کہ صاحب اسد الغابہ نے ان کی وفات سجستان میں بتائی ہے تو غالباً اس سے مراد افغانستان کا جنوبی علاقہ ہوگا کہ اُس زمانہ میں پورے ملک کو جس کا ایک جزر زابل اور کابل بھی تھا۔ سجستان کہتے تھے ورنہ اس نام کا کوئی خاص شہر یا مقام نہیں تھا۔ اسد الغابہ کی اس ایک مختصر اور ناتمام شہادت کے علاوہ کوئی اور قطعی دلیل ہمارے پاس ایسی نہیں ہے کہ اس کی روشنی میں موجودہ قبر کو حضرت جابر انصار کی ہی قبر بتایا جائے۔ حدیث و سیر اور اسماء الرجال کی تمام کتابوں میں کتنے ہی جابر اور جبیر کا ذکر آیا ہے اور ان کے حالات تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ لیکن ان میں کوئی جابر یا جبیر ایسا نہیں ملتا جو صحابی ہو اور کابل آکر شہید ہو گیا ہو۔ اب جو کچھ مشہور ہے وہ صرف عوام الناس کی افواہ ہے۔ تاریخی اعتبار سے اب تک اس کے لئے کوئی قوی ثبوت فراہم نہیں ہو سکا ہے۔